تذکرہ
شاہ اسمٰعیل شہیدؒ
از:- مولانا نسیم احمد فریدی امروہی
۲ ۶
الفرقان بکڈپو، ۳۱ نیا گاؤں مغربی، لکھنؤ

تذکرہ

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید

مرتبہ

مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی

کتب خانہ الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

ایڈیشن ۱۹۷۷ء — یکہزار

صفحات — ۶۴

مطبوعہ — نیشنل آرٹ پرنٹرس، الہ آباد ۳

ناشر — محمد حسان نعمانی

قیمت

ملنے کا پتہ

کتبخانہ الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

فہرست

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس برصغیر میں (جو اب تین ملکوں ہند، پاکستان اور بنگلہ دیش میں تقسیم ہو چکا ہے) اپنے جن بندوں سے توحید و سنت کی دعوت و اشاعت، گمراہوں کی اصلاح و ہدایت، اعلاء کلمۃ اللہ اور دین کی نصرت و حمایت کا کام لیا ان میں حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید فی سبیل اللہ کا خاص مقام ہے جنھوں نے راہِ حق میں جان بھی قربان کر دی ــــ ادارۂ الفرقان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق عطا ہوئی کہ وہ خاص طور سے اس ملک کے قریبی صدیوں کے مصلحین و مجددین اور داعیانِ حق کی دعوت و ہدایت، انکی شخصیتوں اور انکے اصلاحی و تجدیدی کارناموں سے امت کے عوام کو واقف کرائے،

اسی سلسلہ کی کڑی شاہ شہید کے تذکرہ میں یہ مختصر رسالہ ہے جو مدیر الفرقان حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کی فرمائش پر ولی اللّٰہی سلسلہ کے محقق مورخ مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی نے سـہ میں مرتب کیا تھا، اور وہ اسی زمانہ میں حضرت مدیر ممدوح کے رسالہ موسومہ "شاہ اسمٰعیل شہید اور معاندین اہل بدعت کے الزامات" کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ بعد میں یہ مناسب سمجھا گیا کہ اسکو الگ مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کیا جائے لیکن اس تجویز پر عمل ابھی تک نہیں ہو سکا تھا قضا و قدر کی طرف سے اسکے لئے یہ وقت مقرر تھا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اب اسکو اس شکل میں شائع کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ اسکو اپنے بندوں کیلئے نافع بنائے اور قبول فرمائے۔

ناظم کتبخانہ الفرقان۔ لکھنؤ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید:۔

حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کی ذات اقدس سرچشمۂ علوم دینیہ اور منبع برکات اخرویہ تھی۔ شاہ صاحب کا خاندان پہلے ہی سے علم و عمل سے آراستہ اور کمالات ظاہری و باطنی کا آئینہ دار تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے باکمال آباؤ اجداد کے اجر میں اضافے کا سامان اس طرح مہیا کیا کہ آپ کے چار صاحبزادے جسم ملت بیضا کے لئے چار عناصر ثابت ہوئے، تین صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث، حضرت

شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبد القادر رحمہم اللہ تو اپنی تصنیفات اور خدمت قرآن و حدیث کے سلسلہ میں مشہور و معروف ہیں، چوتھے صاحبزادے حضرت شاہ عبد الغنیؒ سوانح کی حد تک غیر معروف رہے۔ تذکرہ نگاروں کو ان کے حالات پورے طریقے سے بہم نہیں پہونچ سکے، حیات ولی کا مؤلف بھی یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے "مجھے افسوس ہے کہ شاہ عبد الغنیؒ کے حالات زندگی کسی ایسے وسیلے سے دستیاب نہ ہوئے جنھیں بے کم و کاست یقین کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ میں ان واقعات کو بالکل قلم انداز کرتا ہوں جو لوگوں کی زبانی سنے گئے ہیں اور کسی تذکرے یا تاریخ میں نہیں دیکھے گئے"۔ البتہ ایک جملہ حیات ولی میں ان کے بارے میں ایسا لکھ دیا گیا ہے جس سے ان کی عالی مقامی اور با کرامت زندگی کا اچھا خاصہ اندازہ ہو جاتا ہے،

"وضع و لباس میں اپنے والد بزرگوار (حضرت شاہ ولی اللہ)

کے اس درجہ مشابہ تھے کہ جس نے انھیں نہ دیکھا تھا وہ آپ
کو دیکھ کر شاہ صاحب مرحوم کو یاد کرتا"

ان شاہ عبدالغنیؒ کی شہرت، ان کے صاحب فضیلت
فرزند شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی کے ذریعہ مقدر ہو چکی
تھی، بڑی سے بڑی کوئی کتاب بھی شاہ عبدالغنیؒ تصنیف کرتے
تو ان کو وہ لازوال شہرت اور ابدی معروفیت حاصل نہ ہوتی
جو اس عالم دین متین محافظ ملت، مجاہد و شہید فی سبیل اللہ
فرزند کے دینی کارناموں سے حاصل ہوئی۔ بہرحال ان کے
لئے یہی بات کافی ذریعہ افتخار ہے کہ ان کی تربیت سے ان کا
نور چشم اتنی صفات کا مالک ہوا کہ ان کا احاطہ مشکل ہے۔ کیا
ٹھکانہ ہے اس فرزند توحید کی جد و جہد کا، اس نے شریعت
غرا، کی تابانی برقرار رکھنے اور ملت بیضا کی سرسبزی و شادابی
بڑھانے کے لئے مسلسل و پیہم کوششیں کیں اور اپنی زندگی
کا آخری لمحہ اور خون کا آخری قطرہ اسی متاع عزیز پر قربان
کر دیا۔ عالم بھی، درویش بھی، مقرر بھی، مناظر بھی، حافظ و قاری

بھی، غازی و شہید بھی، منتظم و باوقار و پر شوکت بھی، کتنی خوبیاں تھیں جو ایک فرد واحد میں جمع ہو گئی تھیں، ان کے زمانہ ہی میں ان کے بعض حاسد ان کی خوبیوں کو دیکھ کر جلنے لگے تھے ان کی برائیاں کرتے تھے، ان کی مذمت کے درپے رہتے تھے مگر ان "شپرہ چشموں" کی انھوں نے کوئی پروا نہیں کی، دین کا کام اسی لگن اور دھن کے ساتھ کرتے رہے، اور ان کی زبان خاموشی اس شعر کو دہراتی رہی۔

واذا اتتك مذمتي من ناقصٍ فهي الشهادة لي باني كامل

(جب کوئی ناقص آدمی میری مذمت تم سے بیان کرے تو یہ میرے کامل ہونے کی مکمل دلیل ہے)

اہل زمانہ نے ان کے کارناموں کو بے قصد اور بالقصد بہت کچھ بھلانا چاہا۔ تساہل پسند اپنوں نے کچھ غفلت برتی، ناخدا ترس بیگانوں نے تہمتیں دھریں۔ شہید کے زریں کارناموں اور شہ کاروں کو قرطاس عالم سے مٹانا چاہا لیکن خدا کا روشن کیا ہوا چراغ کہیں بجھائے سے بجھ سکتا ہے؟ ــــ

شہیدؒ کے کارنامے ابھرے، ابھر رہے ہیں اور جتنا زمانہ اور آئے گا شہیدؒ کی خدمات یقیناً اجاگر ہوتی چلی جائیں گی۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبرؔ پھول پتوں میں نہاں ہوکر

مرزا حیرت مرحوم نے سوانح اسمٰعیل میں حیات طیبہ لکھی لیکن اس میں اپنے "ذوق خاص" کی تسکین شامل فرما کر بہت سی باتیں بلا تنقید و تحقیق درج کر دی ہیں اور بے موقع مباحث چھیڑ کر کتاب کو طویل بنایا ہے سچ پوچھو تو اس میں عبارت آرائی زیادہ اور سوانح کا عنصر کم ہے ان کے قلم کی جولانی نے بہت سے مواقع پر ان کو خلاف حقیقت نتائج نکالنے پر آمادہ کیا ہے۔ پھر بھی غنیمت ہے کہ ایک سوانح عمری لکھ تو دی، ایک زیرک و مبصر ناظر اس میں سے کارآمد حصہ محنت کرکے جدا کر سکتا ہے، سوانح احمدیہ میں بھی حضرت شہیدؒ کے کچھ حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں لیکن ان سے اجمالی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

نے اور مولانا غلام رسول مہر نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے نقوش سیرت کو اجاگر کرتے ہوئے ضمنی طور پر حضرت شہیدؒ دہلوی کا ذکر خیر کر دیا ہے بہ نظر غور دیکھا جائے تو حضرت سید شہیدؒ کے سوانح کا ہر ہر صفحہ حضرت مولانا شہیدؒ کی زندگی کا بھی پتہ دیتا ہے۔ جب سے حضرت مولانا شہیدؒ نے حضرت سید السادات سے اپنی نسبت معنوی درست کی ہے اس وقت سے لے کر آخر لمحہ حیات تک یہ سایہ کی طرح ہر دم مرشد کے ساتھ ساتھ اور میدان جد و جہد میں قدم قدم پہ ہم رکاب رہے حضرت سید کے تمام ہی رفقا آسمان خلوص و صداقت کے روشن ستارے تھے لیکن حضرت شہیدؒ دہلوی اور حضرت مولانا عبدالحئی بڈھانوی یہ دو شخصیتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی مورخ و سیرت نگار ان کے کارنامے نظر انداز کر کے سید صاحبؒ کی سیرت مرتب کرنا چاہے تو ناکامیاب ہو جائے گا۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ

کے ایماء سے میں چند اوراق حضرت مولانا شہیدؒ کی کتاب

زندگی سے پیش کر رہا ہوں، میں حضرت شہیدؒ دہلوی

کے سوانح کے سلسلے میں کوئی سیر حاصل مقالہ لکھنے کی

استعداد و صلاحیت اپنے اندر نہیں پاتا البتہ اتنا ہوگا

کہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ حضرت شہیدؒ کا تعارف

کرادوں گا ـــــــ اور بس ع

آنکھ نرگس کی دہن غنچے کا حیرت میرگل

یہ مصرع میری اس تحریر پر پورا پورا صادق ہے ـــ

اللہ تعالیٰ حق بات لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس

تحریر کو میرے لئے اور تمام ناظرین کے لئے نافع و مفید

بنادے۔ آمین۔

ولادت حضرت مولانا شہیدؒ ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۱۹۳ھ کو اپنی ننہیال پھلت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک شاہ عبد الغنی اور والدہ مکرمہ کا نام فاطمہ ہے جو مولوی علاء الدین پھلتیؒ کی صاحبزادی تھیں۔ انھیں مولوی علاء الدین کے پوتے شیخ کمال الدین پھلتیؒ سے شاہ صاحب کی ہمشیرہ رقیہ منسوب ہوئی تھیں۔

تعلیم و تربیت آپ نے جب ہوش سنبھالا تو قرآن شریف حفظ کرنے کے لئے ایک معلّم کے پاس بٹھا دیا گیا۔ آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ آپ کے بعض سوانح نگاروں کے بے ترتیب بیانات پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حفظِ

قرآن کے ساتھ ساتھ آپ کو ترجمہ و معانی قرآن سے بھی آگاہ کیا گیا.
اور ریاضی بھی پڑھائی گئی، آپ کی عمر چھ سات سال کی ہوگی جب
آپ کو اقلیدس کے اصول موضوعہ و متعارفہ پڑھائے اور سمجھائے
گئے، جبر، مقابلہ، علم مثلث، مساحت وغیرہ وغیرہ ریاضی کی اہم
معلومات آپ نے زمانۂ حفظ کتاب اللہ ہی میں حاصل کر لیں،

اس کے بعد دو تین برس میں صرف و نحو کی کتب متداولہ اپنے
والد بزرگوار سے نکال لیں اور صرف و نحو میں مہارت تامہ حاصل
کی، اس کے بعد کچھ معقول کی کتابیں بھی اپنے والد سے پڑھیں. جب
آپ کی عمر دس سال کی تھی تو ۱۶ رجب المرجب ۱۲۰۳ھ مطابق
۱۲ اپریل ۱۷۸۹ء کو آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اسی وقت
سے شاہ عبد القادرؒ نے ان کو اپنے دامن تربیت میں لے لیا اور
بالکل اپنی اولاد کی طرح آپ کا خیال رکھا۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے
کے بعد زیادہ تر کتابیں شاہ عبد القادرؒ سے پڑھیں شاہ رفیع الدین
سے بھی آپ نے پڑھا. جب آپ کی عمر بارہ سال کی تھی آپ اس
وقت صدرا پڑھتے تھے، تمام موقوف علیہ کتابیں ختم کر لینے کے بعد

حدیث شریف، شاہ عبدالعزیزؒ کے حلقۂ درس میں پڑھی۔ پندرہ سولہ
سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ شاہ صاحب کے خاندان
میں علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ کا بھی رواج تھا اس لئے آپنے
علوم نقلیہ و عقلیہ دونوں میں دستگاہ کامل حاصل کر لی تھی۔ اس خاندان
میں تاریخ وجغرافیہ بھی پڑھنے پڑھانے کا دستور تھا اس زمانے میں جغرافیہ
کی جو کتابیں مسلمان مصنفوں کی شامل درس تھیں وہ مولانا شہیدؒ نے
پڑھیں۔ مولانا شہیدؒ تاریخ سے بھی بہت دلچسپی رکھتے تھے، بہترین ذہانت کا
اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور ایک عمدہ حافظہ قدرت کی جانب سے آپ کو
ودیعت کیا گیا تھا۔ قلبی قوت دینی جرأت اور مذہبی حمیت کے ساتھ
ساتھ یہ علمی پختگی بھی جو زمانہ طالب علمی سے آپ کو منجانب اللہ حاصل
ہو چکی تھی اس پائے کی تھی کہ آپ کے معاصرین میں سے بڑے بڑے
دعویداران علم کو آپ کی قابلیت کا لوہا ماننا پڑا اور آپ کی علمی ہیبت
ان کے قلوب پر ہمیشہ طاری رہی۔

سپاہیانہ فنون اور ورزشیں آپ نے گھوڑے کی سواری میاں رحیم بخش چابک
سوار سے سیکھی۔ اس میں اتنی مشق بڑھالی تھی کہ چابک

کیسا ہی منہ زور گھوڑا ہو بے زین اس پر سوار ہو کر اس کو دوڑا سکتے تھے گو آپ دبلے پتلے اور متوسط قد کے تھے لیکن بلند سے بلند گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہی بے رکاب چڑھ جانا اور پھر آسانی سے اتر آنا ایک معمولی بات تھی۔ بنوٹ وغیرہ مرزا رحمۃ اللہ بیگ سے سیکھی، جو شہزادوں کے استاد تھے اور اپنے فن میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ نے کشتی کا فن بھی سیکھا تھا۔ گولی کا نشانہ بھی آپ کا بہت اچھا تھا اور اس کی بھی مشق کرتے رہتے تھے۔ غرضیکہ اکیس۲۱ سال کی عمر میں تمام جنگی فنون میں آپ نے مہارت کاملہ حاصل کر لی تھی۔

آپ نے تیرنا بھی سیکھا تھا۔ علاوہ ازیں جاڑوں کے زمانے میں بے رضائی کپڑوں اور بغیر لحاف کے رہنے کی بھی مشق کی، موسم سرما میں اکہرے کپڑوں سے مکان کی چھت پر ٹہلتے رہتے تھے۔ سخت دھوپ میں تپتی ہوئی زمین پر آہستہ آہستہ برہنہ پا چلنے کی بھی مشق کی، کم کھانے اور کم سونے کی بھی مشق کی تھی اور نیند پر اتنا قابو پا لیا تھا کہ جب چاہیں سو رہیں اور جب چاہیں جاگ اٹھیں۔ یہ قوتیں کم و بیش قبضے میں آ گئیں تو تقریر کی قوت بڑھائی۔ ایک دن میں چار چار وعظ دو دو تین تین

گھنٹے ٹک کہنے کا اتفاق ہو جاتا تھا لیکن کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ
کی آواز بیٹھی ہو یا وعظ کے درمیان پانی پینے کی ضرورت ہو۔

نکاح شاہ عبد القادر صاحب کی اولاد میں صرف ایک صاجزادی
تھیں جن کا نام مسماۃ زینب تھا ان کا عقد نکاح شاہ رفیع الدین
صاحبؒ کے فرزند عبد الرحمٰن عرف مصطفےٰ سے ہوا تھا ان کے بھی
صرف ایک بیٹی ہوئیں جن کا نام ام کلثوم تھا۔ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ
علیہ نے اپنی نواسی ام کلثوم کا نکاح مولانا شہیدؒ سے کر دیا تھا۔

اصلاحی کارنامے تحریک اصلاح و تذکیر کے آغاز میں
شاہجہانی مسجد جامع میں آپ نے باطل شکن تقریریں فرمائیں جن
میں اصلاح عقائد اور حسن اعمال کی ترغیب تھی۔ ان تقریروں میں
واضح طور پر آپ نے شرک و بدعت اور رسوم مروجہ کی تردید
فرمائی، ایک تقریر دہلی کی جامع مسجد ہی میں فقیری کے موضوع
پر کی جس میں اصل تصوف و درویشی کی نشان دہی فرمائی اور
اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ ان تقریروں سے بہت کچھ
فائدہ ہوا، اور بگڑے ہوئے ماحول میں اصلاح کی صورتیں پیدا

ہو گئیں۔ حاسدوں اور دراندازوں نے آپ کو پریشان کرنا چاہا آپ کے خلاف غلط اور مکروہ پروپیگنڈے کرنے شروع کر دیئے لیکن آپ اپنے اصلاحی کام کو برابر کرتے رہے اور آپ کی حق آمیز پختہ طبیعت پر معاندین کی شورشوں کا کوئی اثر نہیں پڑا ؂

پختہ طبعوں پر حوادث کا نہیں ہوتا اثر
کوہساروں پر نشان نقش پا ملتا نہیں

(اکبر الہ آبادی مرحوم)

شاہ وقت (اکبر ثانی) سے آپ کی شکایت کی گئی، اس نے آپ کو طلب کیا آپ اس کے دربار میں پہنچے اور اس کے استفسار کا تسکین بخش جواب دے کر اسے مطمئن کیا، ساتھ ہی ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہم فریضہ بھی اس کے دربار میں ادا کیا جس کے نتیجے میں آپ کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی،

اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کا دور دورہ تھا۔ حاسدوں نے ریذیڈنٹ کے کان بھرے اور وعظ بند کرانے کی یہ تدبیر کی کہ کئی سو دستخطوں سے ایک عرضی اس کے سامنے حکم امتناعی حاصل

کرنے کے لئے پیش کردی، ریذیڈنٹ نے کوتوال کے نام حکم بھیج دیا کہ
آیندہ مولانا اسمٰعیل صاحب وعظ نہ کہنے پائیں اور ایک حکم نامہ
آپ کے پاس بھی بھیج دیا کہ آپ کے وعظ سے چونکہ امن میں خلل پڑنے
کا اندیشہ ہے اس لئے روک دیا گیا تا حکم ثانی آپ عام طور سے وعظ
نہیں کہہ سکتے۔" چالیس دن تک آپ کا وعظ بند رہا۔ اس عرصے
میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور اسے کوئی روک بھی نہیں
سکتا تھا، حضرت شہیدؒ کو اپنے وعظ بند ہونے کا اس لئے اور بھی
قلق تھا کہ مسلمان پھر اسی شرک و بدعت میں پھنس جائیں گے،
جس سے انھیں نفرت دلائی ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ریذیڈنٹ
نے بالآخر دوسرا حکم کوتوال کے نام بھیجا جس کی رو سے حضرت شہیدؒ
کو وعظ کی اجازت حاصل ہو گئی۔

وعظ کی تاثیر آپ کے وعظ بڑے مؤثر اور دلنشیں ہوتے تھے،
عوام الناس کے علاوہ بڑے بڑے علماء آپ کے وعظ میں شرکت
کرتے تھے، آپ زیادہ تر ان برائیوں کے دفع کرنے کے لئے وعظ
فرماتے تھے جن میں اس وقت مسلمان مبتلا تھے، سیتلا (چیچک)

کی پرستش، تعزیہ داری، قبروں پر کلا دے باندھنا، عورتوں کا
عورتوں کو بیعت کرنا، یہ شرک و بدعات دہلی میں رائج تھیں،
آپ ان کا پر زور طریقے پر رد فرمایا کرتے تھے، جامع مسجد
دہلی کے حوض پر خوانچے والے خوانچے لگاتے تھے، آپ نے ایک
مرتبہ اسی پر وعظ فرمایا۔ آپ کی کوشش ہی سے مسجد کے اندر
دوکانیں لگنی بند ہوئیں، مورت والے کھلونے جامع مسجد کی
سیڑھیوں پر فروخت ہوتے تھے، آپ کی سعی سے ان کی خرید
وفروخت بھی ختم ہوگئی۔ ردِ بدعات پر خاص زور دیتے تھے،
سہ شنبہ اور جمعہ کو وعظ ہوتا تھا۔ ان تقریروں کے سننے کے لئے
نمازیں اتنی کثیر تعداد ہونے لگی جتنی عید گاہ میں عید کے لئے ہوا
کرتی ہے، تقریریں جامع ہوتی تھیں، ہر شخص کو اس کے شبہے
کا جواب مل جاتا تھا اور ہر عالم و عامی یکساں مستفید ہوتا تھا
دہلی کے پنجابی تاجر اس امر کا اعتراف کرتے تھے کہ خرید وفروخت
کی کثرت اور نفع کی زیادتی کے باوجود وعظ سے اٹھنے اور
دوکان کھولنے کو جی نہیں چاہتا تھا،

آپ کے وعظوں سے متاثر ہو کر ہزاروں آدمی معاصی سے
تائب ہو گئے، ہزاروں کو حسن عمل کی توفیق نصیب ہوئی،
ایک مرتبہ خانم کے بازار میں ایک طوائف کے یہاں جا کر امر
بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا کیا۔ اس کے یہاں کوئی تقریب
تھی جس میں بڑی کثرت سے طوائفیں جمع ہوئی تھیں، وہاں پہنچ کر
ان کو قہرِ خدا اور عذاب قبر و آخرت سے ڈرایا اور زنا سے باز رہنے
کی تلقین کی، حضرت شاہ صاحب کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ
کہ وہ سب کی سب آہ و بکا اور گریہ وزاری سے بیتاب
ہو گئیں، پھر آپ نے توبہ کے فضائل بیان فرمائے اور
توبہ کی ترغیب دی، بہتوں نے اسی وقت توبہ کی اور آپ نے
ان توبہ کرنے والیوں کے نکاح کر وادیئے۔

سفر امرتسر | مرزا حیرت کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مولانا
شہیدؒ سپاہیانہ بھیس بدل کر عازم پنجاب ہوئے پہلے آپ
انبالہ پہونچے اس کے بعد آپ امرتسر روانہ ہوئے، یہاں
مسلمانوں کے عقائد بھی خراب ہو رہے تھے اور ان کے ساتھ

حکمراں سکھوں کا سلوک بھی اچھا نہ تھا۔ بہت سی مسجدیں سکھوں
کے قبضے میں تھیں، اور ان مسجدوں میں گھوڑے بندھتے تھے
یا دفتر قائم کئے گئے تھے، مسلمان بہو بیٹیوں کی عزت و آبرو بھی
محفوظ نہ تھی۔ امرتسر کی ایک سرائے میں ایک بوڑھے مسلمان
کی داستان غم انگیز سن کر بھی حضرت شہیدؒ بہت متاثر ہوئے
تھے، مرزا حیرت ہی کا بیان ہے کہ دو برس تک آپ نے پنجاب
کی سیر کی اس عرصے میں آپ نے سکھوں کی بولی بھی سیکھ لی
تھی، ڈوگری پنجابی بخوبی بولنے اور سمجھنے لگے تھے،

سید صاحب سے بیعت | سید صاحبؒ ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۸ء) میں
نواب امیر خاں سے علیحدگی اختیار کر کے تیسری مرتبہ جب دہلی
تشریف لائے اور اکبر آبادی مسجد میں قیام فرمایا تو لوگوں کا رجوع
شروع ہوا۔ مولانا عبدالحئی صاحب نے بیعت کی اور شاہ شہیدؒ
سے اپنی بیعت کا واقعہ بیان کیا اور آپ کو بھی شوق دلایا، شاہ
صاحب حاضر ہوئے نماز پڑھی اور ایک خاص حالت جذب و
کیف کے نمودار ہونے کے بعد بیعت کر لی، ہنٹر لکھتا ہے :۔

"سید صاحب کے پہلے دو مرید وہ شخص تھے جو اپنے لاثانی منیری جوہروں اور علمی قابلیتوں میں اپنے وقت کے فرد اکمل تھے یہ دونوں فرد اکمل دہلی کے سب سے بڑے حکیم یا فاضل اجل حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے کنبے سے تعلق رکھتے تھے"

(حیات طیبہ بحوالہ ہنٹر)

غلام رسول مہر ارقام فرماتے ہیں:۔

سید صاحب سے بیعت کے بعد زیادہ وقت (آپ کا) انھیں کی معیت میں گزرا جہاد کے لئے تبلیغ وتنظیمات کا کام سب سے بڑھ کر انھوں نے انجام دیا۔ سید صاحب کے ساتھ حج کیا۔ اس وقت تک ان کی والدہ ماجدہ زندہ تھیں حج کے لئے ساتھ گئیں، انھوں نے سید صاحب سے بیعت کی وہیں وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئیں۔

جمادی الاخری ۱۲۴۱ھ .. ..

(دوشنبہ ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء) کو رائے بریلی سے سید صاحب کے ساتھ وادی ہجرت میں قدم رکھا اور وطن عزیز سے سیکڑوں میل کے فاصلے پر ایک غیر معروف گوشے میں شہادت پائی جسے

ان کی اور سید صاحب کی شہادت کے باعث ہمیشہ کے لئے ناموری حاصل ہوئی، وہ تمام انتظامات میں سید صاحب کے مشیر خاص تھے۔"

(جماعت مجاہدین ص ۱۳۲۔۱۳۳)

تبحر علمی | نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلا میں لکھا ہے۔ "در علم معقول ومنقول یاد بیشینیاں از خاطر می برد۔" آپ کا تبحر علمی معاصرین کے نزدیک مسلم تھا، کثرت سے احادیث یاد تھیں۔ فقہ کا ہر مسئلہ آیات واحادیث سے مستند فرماتے تھے، معقول کی بیشتر کتابوں پر آپ نے حاشیے تحریر کئے۔

تقریر | آپ کی تقریر بہت ہی شستہ، مدلل جامع اور اثر انگیز ہوتی تھی اپنا مافی الضمیر بڑی خوبی سلاست وفصاحت کے ساتھ ادا فرماتے تھے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میری تقریر اسمٰعیل نے لی اور تحریر رشید الدین نے۔"

سادگی | مہر صاحب لکھتے ہیں۔

"کسی قسم کے تکلف کی پرچھائیں بھی ان کے (شاہ صاحب) کے قلب صافی پر نہ پڑی تھی۔ کھانے پینے، رہنے سہنے اور پہننے اوڑھنے میں حد درجہ

سادہ تھے۔ سفر حج میں کلکتہ پہونچے تو باس ایسا پہن رکھا تھا کہ منشی امین الدین کو پہلی نظر میں ان کے شاہ اسمٰعیل ہونے کا یقین نہ آیا جب معلوم ہوا کہ یہی وہ شخصیت ہے جس کی ناموری سے ملک کے در و دیوار گونج رہے ہیں تو منشی صاحب یہ سنتے ہی آبدیدہ ہو گئے۔"

(جماعت مجاہدین ص۱۲۷)

مشہور ہے کہ دوران جہاد میں کبھی کبھی گھوڑے کا کھریرا کرتے اس حالت میں بھی کوئی شخص دینی یا علمی مسئلہ پوچھنے کے لئے آجاتا تو ساتھ ساتھ جواب دیتے جاتے۔

مسلک حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ:-

مولانا اسمٰعیل صاحب شہید اور حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا یہ مشرب تھا کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کے مقابلے میں کسی کے قول پر عمل نہ کرتے اور جہاں حدیث غیر منسوخ نہ ملے تو مذہب حنفی سے بڑھ کر کوئی مذہب محقق نہیں۔

(تذکرۃ الرشید جلد دوم ص۲۷۴)

تصانیف | منجانب اللہ آپ کے قلب حساس کو ایک خاص جذبہ اصلاح و تبلیغ ودیعت کیا گیا تھا جس کی وجہ سے آپ کو یکسوئی اور گوشہ گیری حاصل نہ ہوئی، چل پھر کر وعظ و تقریر سے مردہ دلوں کو زندہ کیا، عملی میدان میں اپنی کامیاب جدوجہد کا مظاہرہ کیا سید صاحبؒ سے بیعت ہونے کے بعد روحانیت میں ترقی کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احساس بھی ترقی کر گیا۔ دوآبہ کا طویل سفر کیا اس کے بعد ایک لمبا سفر ہجرت در پیش ہوا۔ بعدہٗ وہ زریں کارنامے سید صاحب اور جماعت مجاہدین کی معیت میں ان سے ظہور پذیر ہوئے جن کے بیان کرنے کے لئے مورخین کے قلم بے طاقت ثابت ہو رہے ہیں بہت کچھ لکھنے کے بعد بھی بہت سے گوشے ایسے رہ گئے ہیں جن کو آئندہ تذکرہ نویسوں کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے، اتنے ہجوم کار اور غلبہ مشاغل میں آپ تصنیف و تالیف کے لئے اپنے بلند پایہ تبحر علمی کے مطابق مستقل طور پر کس طرح وقت نکال سکتے تھے؟ لیکن پھر بھی جو کچھ لکھا اصلاحی نقطۂ نظر سے لکھا اور وقت کے اہم مسائل پر قلم اٹھایا ہے، کج فہمی کی کارفرمائیاں

نہ ہوں تو آپ کی تالیفات و تصنیفات سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، تصنیفات کے تقدم و تاخر سے واقفیت ہو تو مختلف تصنیفات میں بظاہر جو چند تضاد ہیں ان کو ایک ذہین صاحب علم خود ہی بخوبی حل کر سکتا ہے، ان میں کے بعض مسائل سے اختلاف علمی حیثیت سے ہو تو مضائقہ نہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت مولانا شہید کے تمام معارف و حقائق کو ان چند مسائل کی وجہ سے نظر انداز کر دیا جائے۔ آپ کی تصنیفات زیادہ تر وہ ہیں جو سید صاحب سے بیعت کے بعد زیر قلم آئی ہیں۔

اب میں ذیل میں آپ کی تصنیفات اجمالی تعارف کے ساتھ درج کرتا ہوں۔ ان میں سے دو ایک کتابوں پر تھوڑی سی تفصیل بھی ہوگی،

(۱) "ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح" اس میں نہایت مبصرانہ انداز میں حقیقت بدعت کو واضح فرمایا ہے۔ فارسی زبان میں اگرچہ متوسط ضخامت کا رسالہ ہے لیکن شاہ صاحب کے علمی رسوخ کا نمونہ ہے ضرورت ہے کہ مستقل طور پر اس پر ایک مقالہ

لکھا جائے تاکہ اس رسالے کی افادیت ذہن نشین ہو۔

(۲) "منصب امامت" یہ بھی سات آٹھ جزو کا رسالہ ہے، اپنے موضوع پر بے نظیر ہے اس میں حقیقت نبوت، حقیقت امامت اور حقیقت ولایت کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے،

(۳) "عبقات" عربی زبان میں اسرار و معارف سے متعلق ہے

(۴) "تقویۃ الایمان" اس کے متعلق کچھ ضروری بحث آگے ملاحظہ فرمائیے۔

(۵) "تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین" یہ کتاب دراصل اس اختلاف کو مٹانے کے لئے لکھی گئی ہے جو اس وقت کے علماء میں رفع یدین کے بارے میں برپا تھا۔

اس فروعی اختلافی مسئلے میں اس وقت ایک گروہ دوسرے کو برا بھلا کہتا تھا۔ جو شخص رفع یدین کرتا وہ اپنے اس بھائی کو جو رفع نہ کرتا مسلمانی سے خارج جانتا تھا اسی طرح رفع نہ کرنے والا شخص رفع یدین کرنے والے کو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا، مولانا شہیدؒ نے اس رسالے کے ذریعہ اپنی خداداد بصیرت کی رہنمائی سے، امت

مسئلہ کے اس خلفشار کو دور کرنے اور اس غلط شورش اور خطرناک کشمکش کو ختم کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اس کتاب میں نہ تو احناف پر بے باکانہ اعتراض ہے اور نہ غیر احناف و اہل حدیث کی بے جا حمائت اس لئے نہ ان کو وحشت کرنے کی ضرورت ہے نہ ان کو خوش ہونے کی، اس میں جہاں رفع یدین کو ترجیح دی ہے وہاں وضع ید تحت الصدر و تحت السرہ کو مساوی اور ترک الجہر بالتسمیہ کو اولیٰ قرار دیا ہے۔

(۶) "اصول فقہ"

(۷) منطق میں ایک رسالہ

(۸) صراط مستقیم (فارسی) درحقیقت یہ کتاب سید صاحبؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو مولانا شہیدؒ اور مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ کے مرتب کئے ہوئے ہیں اس میں پہلا حصہ مولانا شہیدؒ کا مرتب کیا ہوا ہے، حجاز میں بحکم حضرت سید صاحب مولانا عبدالحیٔؒ نے اس کتاب کا عربی ترجمہ کیا تھا۔ یہ کتاب عرب میں بہت مقبول ہوئی

(۹) "یک روزی:" یہ مختصر رسالہ فارسی زبان میں ہے جو ایک

روز میں ایک ہی نشست میں مولانا فضل حق خیرآبادی مرحوم کے رسالے کے جواب میں ارقام فرمایا ہے۔ مولانا خیرآبادی نے تقویت الایمان کی بعض عبارتوں پر کچھ اعتراض کئے تھے شاہ صاحب نے ان اعتراضات کا مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔ یہ رسالہ قابل دید ہے،

مرزا حیرت[1] لکھتے ہیں کہ:۔

"ان رسائل کے علاوہ آپ کی تصوف میں اور بھی کتابیں ہیں جن میں سے بعض کی میں زیارت کرچکا ہوں اور بعض کو میں نے دیکھا بھی نہیں۔" (حیات طیبہ)

[1] مرزا حیرت نے لکھا ہے کہ ہنٹر نے اپنی کتاب میں شاہ صاحب کی ایک کتاب تذکرۃ الاخوۃ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ یہ لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:۔

"میں نے ہرچند اس کتاب کو تلاش کیا مجھے نہیں ملی، خبر نہیں ڈاکٹر ہنٹر کے ہاتھ یہ کتاب کہاں سے لگ گئی تھی۔"

مرزا حیرت کو خواہ مخواہ حیرت ہوئی۔ ہنٹر نے تذکیر الاخوان دیکھ لی ہوگی جس میں متن شاہ صاحب ہی کا ہے اور فوائد محمد سلطان صاحب کے اور دہ

(باقی ص ۳۱ پر)

مرزا حیرت نے کچھ خطوط شاہ صاحب کے اپنی کتاب میں درج کئے ہیں اور لکھا ہے کہ

"میرے پاس (ان کے) خطوط کا ایک بڑا ذخیرہ تھا" (حیات طیبہ صفحہ ۲۱۶)

ایک مثنوی سلک نور نام کی آپ کی تصنیف بتائی جاتی ہے جس کا شروع اس طرح ہے :-

الٰہی ترا نام کیا خوب ہے ۔۔۔ کہ ہر جان کو وہ ہی مطلوب ہے

اسی سے ہے ہر دل کو آرام و چین ۔۔۔ وہی سب بانوں کا ہے زیب و زین

اس کے علاوہ چند کتب پر آپ کے حاشیے بھی تھے۔ مولانا رشید الدین خاں دہلوی کے صاحب زادے مولوی سید یدالدین خاں امین مدرسہ کلکتہ (جن کا ہزار ہا روپے کا کتب خانہ ۱۸۵۷ء میں لوٹا گیا)، فرمایا کرتے تھے کہ :-

"ہم کو اپنے کتب خانے کے لوٹے جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اکثر تقویت الایمان ہی کے ساتھ شایع ہوئی ہے، ہنٹر نے اس کتاب کا نام بگاڑ کر شاہ صاحب ہی کی طرف منسوب کر دیا بھلا اسے زحمت تحقیق برداشت کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔

جس قدر ان حاشیوں کے ضایع ہو جانے کا افسوس ہے جو علمی

کتابوں پر مولانا شہیدؒ نے چڑھائے تھے کیونکہ وہ کتابیں تو پھر

مل سکتی ہیں لیکن ان حاشیوں کا ملنا سراسر محال ہے"۔

مہر صاحب لکھتے ہیں

"سید صاحب کے مکاتیب کا بڑا حصہ بھی اُن ہی کا

لکھوایا ہوا ہے، کچھ منظومات بھی ان سے منسوب ہیں مثلاً

ایک نعتیہ قصیدہ فارسی میں ایک قصیدہ سید صاحب

کی مدح میں۔ توحید پر ایک مثنوی فارسی میں۔ موسوم بہ

سلک نور اور اسی نام کی ایک مثنوی اردو میں"۔

(جماعت مجاہدین صفحہ ۱۲۹)

کیا تقویت الایمان حضرت شاہ صاحب ہی کی کتاب ہے؟

تقویت الایمان پر اہل بدعت کے بیشمار حملوں سے متاثر ہو کر یا نہ معلوم کس بنا پر کچھ عرصے سے بعض حضرات کی طرف سے یہ تحقیق پیش کی گئی ہے کہ یہ کتاب شاہ صاحب کی نہیں ہے یا یہ کہ اس کی نسبت مشکوک ہے۔ اس سلسلے میں

"التحقیق الجدید علیٰ تصنیف الشہید" مصنفہ مولوی حافظ عبدالشکور صاحب مرزاپوری مرحوم میری نظر سے گذری جو اس موضوع پر غالباً پہلی کتاب ہے. مولوی نجم الدین اصلاحی صاحب نے بھی اپنے مرتب کئے ہوئے "مکتوبات شیخ الاسلام" جلد دوم کے ایک فٹ نوٹ میں اس تحقیق کی تائید کی ہے،

اس قسم کی تحریروں سے یقیناً بہت سے دلوں میں اس بارہ میں شک اور خلجان پیدا ہوا ہوگا اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر تقویت الایمان پر کچھ لکھوں تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ یہ واقعی حضرت شاہ صاحب ہی کی تصنیف ہے،

سب سے پہلے تقویت الایمان کے اصل و متن کے بارے میں کچھ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

اس کتاب کا متن ردالاشراک ہے جس میں آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاص

ترتیب کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔ اور اس کے آخری حصے میں عربی زبان ہی میں کچھ فوائد بھی ہیں۔ مجھے میرٹھ کے ایک قدیم مدرسہ اسلامیہ کے کتب خانے میں اس کا ایک قلمی نسخہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کے سرورق پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں:

"ردّ الاشراک فی علم الحدیث تالیف مولوی محمد اسمٰعیل برادرزادۂ حضرت شاہ عبد العزیز مرحوم دہلوی المحدث از کتب خانۂ حکیم غلام محی الدین طبیب۔ ساکن میرٹھ"

اس پر حکیم صاحب مذکور کی مہر بھی ہے جس میں غالباً ۱۲۴۳ھ کندہ ہے۔

قیاس غالب یہ ہے کہ حضرت مولانا شہیدؒ کے زمانۂ حیات ظاہری ہی میں یہ نسخہ نقل ہوا ہے۔ اس کتاب میں دو باب ہیں ایک باب توحید۔ دوسرا باب سنت۔ پوری کتاب کی ترتیب سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذریعے کلمہ طیبہ کے ہر دو جزو کی تشریح و تفصیل کرنا مقصود ہے۔ کتاب کے آخر میں یہ اشعار درج ہیں جو حضرت شاہ صاحب کے فکر کا نتیجہ ہیں۔

گوید ایں بندۂ ضعیف و ذلیل   نام او ہست عاجز اسمٰعیل
ایں احادیث چند جمع شدہ   کہ ازاں اصل شرک قمع شدہ
طرفہ تر آنکہ ایں حدیث نبیؐ   شد مؤید بقول رب قوی
آنچہ تقدیم اولاً کردم   ردّ اشراک مجملاً کردم

یہ کتاب متوسط سائز کے آٹھ جز و پر مشتمل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے بعد میں ضرورت محسوس کر کے اس کتاب کے پہلے باب میں ترجمہ و فوائد اردو شامل کر کے اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا۔ دوسرے باب اعتصام بالسنہ کے مندرجات پر عربی زبان میں فوائد ہیں۔ اردو زبان میں اس کو منتقل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس کے بعد معرکۂ جہاد پیش آگیا محمد سلطان نامی ایک صاحب نے اس کا ترجمہ کر کے تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان نام رکھا۔ چنانچہ وہ تذکیر الاخوان کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعد اس کے معلوم کیا چاہیے کہ ایک فاضل جلیل متشرع دیندار نے (شاہ صاحب نے) شرک اور بدعت کی برائی

کے بیان میں ایک رسالہ تقویت الایمان لکھا اور اس میں
صرف آیتیں اور حدیثیں جمع کیں اور اس کے دو باب
ٹھہرائے۔ ایک باب میں توحید کی خوبیاں اور شرک کی
برائیاں ہندی (اردو) زبان میں بیان کیں اور دوسرے
باب میں اتباع سنت کی خوبیاں اور بدعت کی برائیاں
اور تفصیل بعضی بدعات کی آیت اور حدیث سے ذکر
کی اور ارادہ ہندی ترجمہ کا کیا مگر فرصت نہ پائی۔
اور راہ خدا میں جان دی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
اب سن بارہ سو پچاس (۱۲۵۰ھ) میں اللہ تعالیٰ نے اس خاکسار
گنہگار محمد سلطان کے دل میں ارادہ اس کے ترجمہ کا ڈالا
سو دوسرے باب کا ترجمہ ہندی بولی میں شروع کیا اور
اور تذکیر الاخوان بقیہ تقویت الایمان اس کا نام رکھا۔

تقویت الایمان نام کی کتاب یقیناً حضرت شاہ صاحب کی
ہے یہ ممکن ہے کہ ناسخین و کاتبین کے قلم سے اس میں کوئی جزوی
ردّ و بدل ہو گیا ہو۔ ایسا ہونا ممکن ہے۔ بزرگوں کی کتابوں میں

جو کتاب جتنی زیادہ رائج ہوئی ہے اور اس کی جتنی زیادہ نقلیں
کی گئی ہیں اس کی بعض عبارتوں میں اتنا ہی جزوی تغیر و تبدل
ہو جانا کچھ بعید نہیں بلکہ موجود ہے لیکن صرف اس معمولی تغیر کو مصنوعیت
کی دلیل ٹھہرانا سراسر دور از تحقیق بات ہے۔ غور کیجئے موافقین و
مخالفین نے اس کتاب کی تائید و تردید کی، اس پر تحریری و تقریری
مناظرے ہوئے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کو اس کتاب کے بعض
مضامین پر اعتراض تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کا جواب
دیا ہے، بعد کو بھی شہادت شہیدؒ سے لے کر اس وقت تک
اہل بدعت کی طرف سے اس کتاب پر تصنیف شہیدؒ کی حیثیت
سے لے دے ہو رہی ہے اور اہل حق برابر جواب دے رہے
ہیں جو کتاب اس تواتر کے ساتھ حضرت شاہ صاحبؒ کی کتاب
ہو اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ مصنوعی ہے ان کی نہیں ہے کسی
طرح۔ صحیح نہیں ہو سکتا۔

حضرت شاہ صاحب کی ایک تصنیف یک روزی ہے
یہ مولانا فضل حق خیر آبادی مرحوم کے اعتراضات کے جواب

میں لکھی گئی تھی۔ اس کا قلمی نسخہ (محررہ ۱۲۸۰ھ) جو کتب خانہ فیض العلوم بہلت ضلع مظفر نگر میں ہے۔ میری نظر سے گزرا جس کے آغاز میں یہ عبارت مرقوم ہے۔

"رسالہ ہذا از تصنیفات عالم صبیل مقبول رب جلیل مولانا دبالفضل والاحسان مولینا مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ مرحوم و مغفور است کہ در دفع اعتراضات مولوی فضل حق صاحب دریک روز نویسانیدہ دادہ بودند"

اس رسالے کو شروع کرتے ہوئے خود حضرت شاہ صاحبؒ نے تقویت الایمان کا ذکر یوں فرمایا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از عبارت مرقومہ چناں مستفاد می شود کہ مقصود معترض ایراد اعتراض است بر عبارت رسالہ تقویت الایمان بسہ وجہ الخ

اسی طرح دو ایک جگہ اور بھی تقویت الایمان کا نام لیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے ۱۲۴۱ھ میں یہ رسالہ لکھا ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل اس امر کی ہو سکتی ہے کہ تقویت الایمان

حضرت شہید دہلوی کی ہے۔ میرے نزدیک صرف یہی ایک دلیل
کافی ہے پھر بھی مزید اطمینان کے لئے دو تین قلمی اور مطبوعہ
(قدیم) نسخوں کو پیش کرتا ہوں۔

(۱) کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ مخطوطات
میں ۱۲۴۶ھ کی لکھی ہوئی یہی تقویت الایمان مصنفہ شہیدؒ کی حیثیت
سے موجود ہے [۱]

(۲) فہرست کتب قلمی محررہ ۱۲۴۳ھ میں جو کہ مولانا محمد صاحب
عثمانی مرحوم کے قلم کی ہے تقویت الایمان مصنفہ مولانا محمد اسمٰعیل
شہید کا اندراج ہے دفتری نورالحق صاحب عثمانی دیوبندی
نواسہ شاہ رفیع الدین عثمانی دیوبندی کے پاس یہ
فہرست موجود ہے،

(۳) ۱۲۶۵ھ کی مکتوبہ تقویت الایمان میرے پیش نظر
ہے جس کے آخر میں یہ عبارت لکھی ہے:۔

---

[۱] حضرت شہید کی شہادت ۱۲۴۶ھ میں ہوئی ہے گویا تقویۃ الایمان کا یہ
نسخہ اس سال کا لکھا ہوا ہے ۱۲

"قد تمت ہذہ الرسالہ المسمیٰ بہ تقویت الایمان من تصنیف مولانا اسمٰعیل صاحب دہلویؒ"

(۴) ۱۲ محرم ۱۲۶۷ھ کو چھتہ مونگران شاہ جہاں آباد (دہلی) مطبع محمدی میں حافظ محمد پیر خاں کے اہتمام سے جو تقویت الایمان چھپی ہے اس کی قلمی نقل بھی میرے پیش نظر ہے، اس پر مولانا محبوب علی دہلوی کا بھی حاشیہ ہے۔ آخر کتاب کی ایک عبارت پر حاشیہ لکھتے ہوئے محشی نے لکھا ہے:

"افسوس ایسے موحد، محب رسول کی کہ آخر اس راہ میں شہید ہوئے۔ گور پرست لامذہبوں نے کچھ قدر نہ سمجھی وہابی کہا بلکہ بزرگوں کا منکر ٹھہرایا۔ الخ

اب آپ فرمائیے کہ ردّ الاشراک کو دیکھ کر تقویت الایمان کے بارے میں خواہ مخواہ شبہہ پیدا کر دینا کہاں کی تحقیق ہے اسی کے ساتھ ساتھ میں تنویر العینین کے متعلق بھی کہتا ہوں کہ یہ بھی یقیناً حضرت شاہ صاحبؒ کی تصنیف ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے آخر میں اس کے بعض مضامین

سے رجوع کر لیا ہو۔ مجھے اپنے ایک بزرگ استاد سے یہ روایت پہونچی ہے کہ نواب قطب الدین دہلوی مولف مظاہر حق شاگرد حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے حضرت شیخ الہندؒ سے فرمایا کہ تنویر العینین حضرت شہیدؒ کی تصنیف نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نواب قطب الدین دہلوی کو حضرت شہیدؒ کے آخری فعل سے یہ شبہہ ہوا ہو اس سلسلے میں مولانا کرامت علیؒ جونپوری کی بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے جس کو انھوں نے ذخیرۂ کرامت صـ۲۲۴ ج ۲ میں مولوی مخلص الرحمٰن کے سوال کے جواب میں فرمایا ہے۔

"تنویر العینین جو کتاب ہے، سو اس میں مولانا محمد اسمٰعیل کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہٗ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا یعنی رفع یدین چھوڑ دیا۔"

(ذخیرۂ کرامت جلد ۲ صـ۲۲۴)

تقویت الایمان
کے متعلق

تقویت الایمان پر کیے گئے اعتراضات زیادہ تر غلط فہمی و کج فہمی یا فرنگیوں کی سازش پر مبنی ہیں۔

یہ تو ثابت ہو چکا کہ یہ کتاب حضرت شاہ صاحب ہی کے افادات میں سے ہے۔ اس مخزن علم توحید کو شاہ صاحب کی جانب منسوب کرنے میں نہ مجھے کوئی جھجک ہے اور نہ کوئی مصلحت مانع ہے جس وقت اور جس ماحول میں یہ کتاب لکھی گئی اس کو پیش نظر رکھا جائے اور پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ کس مضمون میں یہ کتاب ہے؟ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ جیسی حساس طبیعت اور فاروقی جذبات والی شخصیت کے قلم سے یہ کتاب اس وقت نکلی ہے جب شرک و بدعات کا زور تھا اور اردو نثر نے بھی کچھ ترقی نہیں کی تھی بلکہ مذہبی اردو نثر کی بالکل ابتدا تھی۔ اور یہ خاندان ولی اللّٰہی کا صدقہ ہے کہ اُردو زبان کو قرآن کا ترجمہ ملا اور اسی خاندان کے ایک فرد جلیل نے توحید کے پھولوں سے دامن مراد کو بھر دیا۔ آج کی ترقی یافتہ اردو کو معیار بنا کر اس کتاب کو جانچنا ایک زبردست علمی و تحقیقی غلطی ہو گی۔

ویسے تقویت الایمان اپنی عبارت کی شستگی اور روانی کے لحاظ سے آج بھی اہل نظر کی نگاہوں میں بہترین مانی گئی ہے شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے۔

"ان کی (حضرت شہیدؒ کی) اہم ترین کتاب تقویت الایمان ہے جو انھوں نے اردو زبان میں اس وقت لکھی جب اس زبان کو ابھی گھٹنوں چلنا نہ آتا تھا۔" الخ

(موج کوثر ص۳۵)

ایک جگہ اسی موج کوثر میں ہے:۔

"یہ کتاب نہ صرف مذہبی بلکہ ادبی نقطۂ نظر سے بھی بڑی اہم ہے۔ اس کا طرز تحریر ایسا بااثر اور پر زور ہے کہ بقول صاحب سیر المصنفین معلوم ہوتا ہے کہ "ایک دریائے زخار امڈا چلا آتا ہے"

تعجب تو یہ ہے کہ اس کتاب کو غور سے دیکھے بغیر بہت سے لوگوں نے محض سنی سنائی باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان دشمنان شہید کی ہم آہنگی کی جنھوں نے غالباً اشارۂ

چشم فرنگ" پر یہ تمام ہنگامۂ "رستخیز" برپا کیا اور دیدہ و دانستہ خدا کا خوف نہ کر کے کفر کے فتوے لگائے، بہت سے عوام بیچارے اچھے اچھے لباسوں اور چہروں سے مرعوب ہو کر وہی کہنے لگے جو ان مقدس کفر سازوں نے کہا لیکن حقیقت بے نقاب ہوتی جا رہی ہے۔ اب جبکہ "دجل و فریب" کی کارگذاریاں واضح ہو رہی ہیں اور جعل سازوں کی تمام جعلسازیاں کھل کر سامنے آ رہی ہیں یہ بات بھی نمایاں ہو جائے گی کہ فرنگی کی حکومت مضبوط کرنے کے لئے اس کے ایمائے اور اس کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کے لئے حضرت شہیدؒ اور ان کی جماعت کی بے پناہ محبوب و مؤثر شخصیتوں کے اثرات زائل کرنے میں کن کن "تقدس مآبوں" نے کام کیا ہے۔ اس مقالے میں گنجائش نہیں ورنہ ارادہ تھا کہ اس بحث کو بھی پایۂ تکمیل تک پہونچاتا۔ مرزا حیرت نے حیات طیبہ میں تقویت الایمان کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے۔

ﻟﮧ دیکھئے سیرت سید احمد شہید طباعت دوم ص ۲۴۳ تا ۲۴۷

اس کو یہاں نقل کرتا ہوں جس سے یہ بات واضح ہوگی کہ حقیقت سامنے نہ آنے کی وجہ سے بھی غلط فہمیاں پھیلتی اور قائم رہتی ہیں۔ جوں ہی صحیح بات سامنے آجاتی ہے باطل راہ فرار اختیار کرلیتا ہے۔ لکھتے ہیں :-

بمبئی میں عموماً مولانا اسمٰعیلؒ کے نام سے لوگ جلتے ہیں لیکن جلنے کی وجہ صرف سنی سنائی باتیں ہیں جن کی کچھ بھی بنیاد نہیں اور وہ محض بے اصل ہیں۔ ایک دن جمعہ کو میں بمبئی کی جامع مسجد میں گیا تو نماز پڑھنے کے بعد مجھے میرے ایک دوست نے ٹھہرا لیا، میں وہیں بیٹھ گیا۔ کئی شخص اور بھی میرے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے ان کی گفتگو سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ لکھے پڑھے ہیں۔ وہ باہم مولوی اسمٰعیل صاحب کا ذکر تحقیر آمیز الفاظ میں کر رہے تھے اور ایسی ایسی بے بنیاد باتیں قائم کر رہے تھے جو میرے کانوں میں جہاں تک مجھے یاد ہے کبھی نہ پڑی تھیں، ایک شخص تو یہ کہہ رہا تھا کہ تقویت الایمان

سوائے کفر کے کچھ نہیں ہے۔ نبیؐ اور آپ کے صحابہؓ کو برملا
گالیاں (نعوذ باللہ) دی گئی ہیں۔ دوسرا شخص بولا کہ صوفیوں
کو تو ایسا سخت لکھا ہے کہ ہندو عیسائی بھی کانوں پر ہاتھ
رکھتے ہیں۔ یہ ناواجب باتیں سن کے مجھ سے نہ رہا گیا
ہر چند میں چاہتا تھا کہ ان کے خیالات میں خلل اندازی نہ
کروں لیکن جب قرآن کا یہ ارشاد ذہن میں آیا کہ حق بات
چھپانی نہیں چاہیئے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے پاس جا
بیٹھا اور میں نے نہایت ادب سے ان کی خدمت میں یہ
عرض کیا۔ "آپ نے تقویت الایمان دیکھی ہے؟" انھوں
نے نہایت سادگی سے بے پروایانہ لہجے میں جواب دیا۔ "نہیں
۔ہم نے نہیں دیکھی اور نہ ہم اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔" میں
نے نہایت عاجزی سے ان کی خدمت میں عرض کیا۔ "بڑے
ظلم کی بات ہے آپ نے ایک چیز ملاحظہ نہیں کی اور اسکی
بابت اس مضبوطی سے رائے قائم کی جاتی ہے۔ میری اس
بات سے وہ ناراض ہوئے اور انھوں نے میری طرف حقارت کی

نظر سے دیکھا پھر میں نے یہی التماس کیا کہ "میرے خیال میں زیادہ بہتر یہی ہوگا کہ آپ اسے ملاحظہ فرما کے اس پر رائے قائم کریں"۔ بڑی ردوکد کے بعد انھوں نے میری بات مان لی۔ میں نے انھیں تقویت الایمان بھجوا دی۔ آٹھویں دن جب وہ مجھ سے ملے تو ان کے خیالات ہی بدلے ہوئے تھے۔ (ص ۱۹۶)

بہرحال اس خالص مضامین توحید پر مشتمل کتاب کی افادیت کا انکار کرنا جس نے بے شمار انسانوں کی اصلاح کر دی، سخت ناانصافی اور ہٹ دھرمی ہے۔

تقویت الایمان پر سب سے پہلا علمی اعتراض

تحقیق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقویت الایمان پر سب سے پہلا اعتراض مولانا فضل حق خیر آبادی نے کیا تھا وہ ایک علمی اعتراض تھا، مولانا خیر آبادی خود ایک جید منطقی عالم اور خاندان ولی اللّٰہی کے فیض یافتہ تھے انھوں نے مولانا شہیدؒ کی ایک عبارت سے امکان نظیر کا مفہوم پیدا کیا جس کی تعبیر بالفاظ صحیح اثبات قدرت سے ہو سکتی تھی قدرت کو منظور تھا کہ سرزمین دہلی پر علم کلام کا یہ زبردست مسئلہ حل ہو جائے۔ مولانا خیر آبادی نے ایک رسالہ

اس سلسلے میں لکھا اور ایک معقولی عالم کی حیثیت سے معقولی انداز میں تقویت الایمان کے بعض مضامین پر اعتراضات کئے۔ اس رسالے میں نہ تو "ذوق کفر سازی" کی تسکین تھی نہ سب وشتم۔ صرف اپنے تاثرات کو پیش کیا گیا تھا، ان کے اعتراضات کا خلاصہ خود حضرت شہیدؒ کے لفظوں میں یہ ہے:

(۱) دعوائے تعلق قدرت الٰہیہ بمثل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہا باطل است۔

(۲) دعوائے مذکور اساءت ادب است بجناب سید المرسلینؐ

(۳) ذکر آں لغو است۔

حضرت شہیدؒ نے یک روزی میں ان اعتراضات کے جو جواب دیئے وہ تمام کے تمام پڑھنے کے قابل ہیں۔ حضرت شہیدؒ نے عقل ونقل کی مدد سے ایسے مدلل جوابات دیئے کہ منصف مزاجوں کے نزدیک بحث کو گویا ختم ہی کر دیا۔ حضرت شہیدؒ کے جوابات کا خلاصہ ترتیب اعتراض کے لحاظ سے یہ ہے۔

(۱) وجودِ مثل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، تحت قدرت الٰہیہ داخل ہے۔ تحت تکوین نہیں اگر تحت تکوین داخل ہو تب وقوع لازم آئے گا۔ قدرت

علیحدہ صفت ہے اور تکوین علیحدہ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔ برہان عقلی یہ ہے کہ وجود مثل ممتنع بالغیر ہے۔ اور ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہے اور ہر ممکن بالذات داخل تحت قدرت الٰہیہ ہے پس وجود مثل مذکور۔ داخل تحت قدرت الٰہیہ ہے

(۲) اساءت و بے ادبی کے متعلق جو کہا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ۔ وزیر کو بادشاہ کا نوکر کہنا، باپ کو دادا کا لڑکا کہنا اور استاد کو اس کے استاذ کا شاگرد کہنا ہرگز اساءت ادب نہیں ہے "وجود مثل" کے "تحت قدرت الٰہیہ" داخل بتانے سے اساءت ادب اور بے ادبی ہرگز نہیں ہوتی اور نہ اس سے "اضلال عوام" لازم آتا ہے اس لئے کہ اس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت کا اظہار ہے جو کہ اہم مقاصد دینی میں سے ہے۔ جس طرح کہ بعد وفات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نفس کمال نبوت اور اس کے لوازم۔ نزول وحی اور عصمت کا سلب و انقطاع، ادیاء کرام سے کرنا یہ ادیاء کی شان کی تنقیص نہیں ہے، اسی طرح الوہیت کا

سلب و انقطاع اور الوہیت کے لوازم۔ وجوب و قدم، احاطۂ علم، عموم قدرت اور امتناع شریک کا سلب و انقطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنا ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص نہیں ہے۔

(۳) میرا مقصود، شمول قدرت الٰہیہ ہے معدومات پر اور چونکہ بحیثیت ظاہر ذات والاصفات جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار ایجاد اکمل کائنات اشرف المخلوقات اصعب مجعولات ہے۔ اس لئے اکمل مفروضات نظیر مفروض آنجناب ہی ہے۔ پس میں نے تقویت الایمان میں شمول قدرت الٰہیہ بر جمیع معدومات ممکنہ کو اسلوب بلیغ سے بیان کیا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ فلاں معمار باب عمارت میں اتنی مہارت رکھتا ہے کہ جامع مسجد دہلی جیسی تعمیر کر سکتا ہے اس سے جہاں معمار کی مہارت تامہ معلوم ہوتی ہے ساتھ ہی ساتھ جامع شاہ جہاں آباد کی حسن تعمیر میں دوسری (ہندوستانی) مسجدوں پر شرافت اور خوبی بھی ظاہر ہوتی ہے۔

پورے رسالے میں جو لاجواب جوابی مضامین ہیں ان کی تشریح
وتفصیل کے لئے ایک مستقل مقالے کی ضرورت ہے اس وقت بقدر
ضرورت پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ مولانا شہیدؒ کے زمانے ہی میں اہل علم کے رد و برد
یہ مسئلہ تشفی بخش جوابات کے ساتھ واضح ہو گیا تھا اور غالباً اس سے پہلے
یہ علمی مسئلہ اتنی وضاحت کے ساتھ صاف نہ ہوا ہوگا مگر تعجب ہے اہل باطل
بار بار مکروہ طریقے سے اس مسئلے کو دہرا رہے ہیں اور اپنی جہالت کا
ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔

تقویت الایمان کے خلاف تکفیر بازوں کا طوفان بعد شہادت

حضرت شہیدؒ میدان خالی پاکر اس مفید ایمان کتاب کے خلاف وہ
طوفان برپا کیا کہ الامان والحفیظ۔ مدراس میں ایک فتویٰ اس کتاب
کی تقبیح اور معتقدوں کی تکفیر میں بعض عبارات لے کر مرتب کیا گیا
جب یہ فتویٰ کلکتہ پہونچا تو عوام مومنین جو تقویت الایمان کے فیض سے
شرک و بدعت چھوڑ چکے تھے اس فتوے کے وحشت انگیز مضامین دیکھ کر
تذبذب میں مبتلا ہوئے۔ آخر کار بغرض تحقیق اس بارے میں انھوں نے
استفتاء کیا۔ علماء کی ایک بڑی جماعت نے تقویت الایمان کی موافقت

میں دو فتوے دیئے ایک مجمل اور دوسرا مفصل اور ان پر اپنی مہریں اور دستخط ثبت کئے ان دونوں فتووں کے اچھے اثرات پڑے اور وہ شبہات و وساوس جو عوام میں پیدا کئے گئے تھے دور ہو گئے، رجب علی حسینی لکھنوی نے دونوں فتووں کو شائع کرا دیا ہے۔ ان کی ایک قلمی نقل میرے سامنے ہے ان علماء کلکتہ میں سے جنھوں نے موافقت میں فتوے دیئے چند کے اسماء یہاں بھی درج کرتا ہوں۔

مولانا غلام سبحان۔ مولانا سید محمد مراد، مولانا وارث علی، مولانا عبدالباری قاضی شہر کلکتہ، مولانا اکبر شاہ کابلی۔ مولانا محمد سلیمان الکردی مولانا رمضان علی (مدرسین مدرسہ کلکتہ)، مولانا منصور احمد، مولانا خادم حسین مدرسین مدرسہ کلکتہ، مولانا صاحب علی خاں۔ مولانا ریاض الدین وغیرہم من العلماء والصلحاء۔

ان فتووں پر مولانا کرامت علی جونپوری کے بھی دستخط موجود ہیں۔ بعد کو بدایوں اور الہ آباد کے بعض علماء نے تقویت الایمان کے رد میں رسالے لکھے اور ایک مشہور زمانہ "کفرساز بزرگ" نے "وہابیہ نجدیہ و اسمٰعیلیہ و دیوبندیہ و محمدیہ" کے رد میں ان کے بعض ہمنواؤں

کے بقول دو سو کتابیں لکھیں (تاریخ وہابیہ، ص ۳۹)

مگر کیا ہوا؟ یہ سارے تکفیری فتوے اور یہ تمام تحریریں حق کے سامنے بیکار گئیں بھلا چاند پر خاک ڈالنے سے فائدہ؟ ان تکفیر بازوں نے حضرت شہید کے حق میں آج تک جو ہرزہ سرائی نفسانیت یا کج فہمی سے کی ہے وہ موجود ہے اور حضرت شہیدؒ کے کارنامے اور ان کی خدمات دینیہ بھی۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھے گا مستقبل کا مورخ شہیدؒ کے روشن کارناموں کو سراہتے ہوئے ان کافر ساز دشمنان حق کی یاوہ گوئیوں پر اظہار نفرت کرے گا۔

میں چاہتا ہوں کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی ایک الہامی کیف آور اور حق آگیں تحریر پہ اس بحث کو ختم کردوں۔ فرماتے ہیں:

"۲۴ ذی قعدہ سنہ ۱۲۴۶ھ سے لے کر اس دن تک جس کو سو برس سے زائد ہوئے شاید کوئی دن طلوع ہوا ہو جس کی صبح کو اس شہید اسلام (حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی) کی جس کی اور فضیلتیں برطرف اس کی شہادت مسلم اور شہدا کی مغفرت مسلم۔ تکفیر و تضلیل میں کوئی فتویٰ نہ نکلا ہو۔ لعنت و سب و شتم کا

کوئی صیغہ استعمال کیا گیا ہو۔ فقہ و فتاویٰ کی کوئی دلیل ایسی نہیں
جو اس کے کفر کے ثبوت میں نہ پیش کی ہو وہ ابوجہل و ابولہب
سے زیادہ دشمن اسلام، خوارج و مرتدین سے زیادہ مارق
من الدین و خارج از اسلام فرعون وہامان سے زیادہ مستحق
نار، کفر و ضلالت کا بانی بے ادبوں اور گستاخوں کا پیشوا
شیخ نجدی کا مقلد شاگرد بتایا گیا اور یہ ان لوگوں نے کہا جن
کے جسم نازک میں آج تک اللہ کے لئے ایک پھانس بھی نہیں
چبھی جن کے پیروں میں اللہ کے راستے میں کوئی کانٹا نہیں گڑا
جن کو خون چھوڑ کر (کہ اس کا ان کے یہاں کیا ذکر) اسلام کی
صحیح خدمت میں پسینے کا ایک قطرہ بہانے کی سعادت بھی
حاصل نہیں ہوئی اور یہ ان لوگوں نے کہا جن کی ماؤں بہنوں
بیٹیوں کی عزت و عصمت بچانے کے لئے اس نے اپنا سر کٹایا
تو کیا اس کا یہی گناہ تھا؟ اور کیا دنیا میں احسان فراموشی
کی اس سے بڑھ کر نظیر مل سکتی ہے؟ جس وقت پنجاب میں
مسلمانوں کا دین و ایمان جان و مال، عزت و آبرو محفوظ

نہ تھی اس وقت یہ غیرت ایمانی وحمیت اسلامی والے جو ایک
"کلمہ کفر" برداشت نہیں کر سکتے کہاں تھے؟ اور کیا آج بھی
شاہ ولی اللہؒ کے پوتے کے علاوہ کوئی کافر نہیں۔؟

رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

(سیرت سید احمد شہید بار دوم صفحہ ۲۵۷، ۲۵۸)

شہادت حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ تین ہزار میل کا راستہ طے کر کے پشاور کے علاقے میں پہنچے۔ یہاں اللہ کا پیغام سنانے اور اللہ کے کلمہ کو اونچا کرنے کے لئے جتنی کوششیں وہ کر سکتے تھے انھوں نے کیں، سخت سے سخت مصیبتیں اٹھائیں، انتہائی مشقتیں برداشت کیں اور صبر آزما محنتیں جھیلیں، جتنی جنگیں مجاہدین نے لڑیں ان سب میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ جو سیاسی خطوط حکمرانوں کے نام روانہ ہوتے تھے وہ زیادہ تر آپ ہی کے لکھوائے ہوئے ہوتے تھے، مرزا حیرتؔ کے بیان کی رو سے گیارہ جنگیں ہوئیں ان سب میں حضرت مولانا شہید دہلوی شریک رہے، بالآخر بالاکوٹ کے میدان

میں اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو جمعہ کے دن
اپنے خون کا آخری قطرہ اللہ کے راستے میں بہایا۔ وہیں آپ کی قبر ہے

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

خبر شہادت دہلی میں حضرت شہیدؒ دہلوی کی خبر شہادت سے
دہلی ہی میں نہیں تمام ہندوستان میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی ہوگی
لیکن یہ سن کر آپ کو تعجب ہوگا کہ اس وقت دہلی میں دنیا بیگ
جیسا سخت دل حاسد بھی موجود تھا جس نے شہادت کی خبر سنکر اس
خوشی میں جامع مسجد دہلی میں مٹھائی تقسیم کی تھی (حیات طیبہ بحوالہ
مجموعۂ واقعات صفحہ ۱۰۹) مگر شریف النفس، اور نیک دل مد مقابل ایسے ہوتے
ہیں جیسے مولٰنا فضل حق خیرآبادی مرحوم۔ لکھا ہے کہ:۔

مولوی فضل حق خیرآبادی سے خاصی کشمکش رہی تھی مولوی صاحب
نے شہادت کی خبر اس وقت سنی جب طلبہ کو سبق پڑھا رہے تھے
یہ سنتے ہی کتاب بند کر دی۔ گھنٹوں بیٹھے روتے رہے اس کے
بعد کہا کہ اسمٰعیل کو ہم مولوی نہ جانتے تھے وہ امت محمدیہ کا

حکیم تھا کوئی شے نہ تھی جس کی اینٹ اور ریمیت اس کے ذہن میں نہ ہو۔

(جماعت مجاہدین صفحہ ۱۲۹ بحوالہ حیات بعد الممات)

اولاد حضرت مولانا شہیدؒ کی اولاد کے بارے میں سوانح احمدیہ میں لکھا ہے۔

"محمد عمر آپ کے صاحبزادے تھے ۱۲۶۰ھ میں وہ بھی لاولد رحلت کر گئے۔"

شاہ محمد عمرؒ مجذوب صفت بزرگ تھے تذکرۃ الرشید اور ارواح ثلثہ میں ان کے متعلق کچھ حکایات ملتی ہیں۔

مولینا محمد حسین فقیر دہلوی کا قصیدہ آخر میں دہلی کے مشہور واعظ مولینا محمد حسین فقیر کے ایک قصیدے کا انتخاب درج کرتا ہوں یہ قصیدہ فقیر دہلوی نے حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی کی شان میں لکھا ہے اس میں حضرت مولانا شہید کی زندگی کے اہم واقعات آگئے ہیں۔ شاعری کے لحاظ سے اس قصیدہ کا اگرچہ کوئی خاص مقام نہیں ہے لیکن مولانا فقیر دہلوی جیسے صاحب مقام بزرگ کی

یہ یادگار رہے اور اسی لحاظ سے اس کو یہاں میں لے رہا ہوں۔

پوچھیئے نام تو ہم نام ذبیح اللہؑ تھے ۔۔۔ بو عمر تھے وہ اگر پوچھیے انکی کنیت

دیکھنے والے ابھی انکے بہت ہیں موجود ۔۔۔ کیجئے تصدیق جو اس عرض میں شک ہو حضرت

عالم ایسے تھے کہ کیا علم کا ان کے ہو بیاں ۔۔۔ علماء کو بھی رہی علم سے انکے حیرت

صرف میں نحو میں وہ رتبۂ عالی انکا ۔۔۔ ابن حاجب کی نہ تھی عہد میں انکے حاجت

ایک جملہ بھی سنے انکے بیاں سے تو مدام ۔۔۔ محو نحوی رہے صرفی کو ہو مصروفیت

اہل معقول بنے ان کے بیاں سے معقول ۔۔۔ اہل ہیئت پہ رہی انکی ہمیشہ ہیبت

ہر اشارہ تھا اشارات، شفا تھا ہر لفظ ۔۔۔ بو رسینا کو کلام انکا سکھا دے حکمت

جو ادب میں انھیں سکاکی دوراں کہیئے ۔۔۔ کب بجا ہے کہ یہ ہے بے ادبی کی نسبت

علم تفسیر کو کیا کہیئے کہ گویا ان کو ۔۔۔ ابن عباسؓ کی تھی روح سے حاصل قربت

کیا بیاں معنی قرآں کئے سبحان اللہ ۔۔۔ گویا ان آنکھوں کو دکھلا دیئے نار و جنت

اس قدر علم احادیث رسول حق تھا ۔۔۔ نائب ختم رسلؐ انکی مناسب ہے صفت

تھے وہ بے واسطہ تلمیذ بخاریؒ گویا ۔۔۔ ایسے شاگرد سے مسلم کو بھی ہوتی راحت

ترمذیؒ کے وہ اگر عہد میں ہوتے تو ضرور ۔۔۔ نور چشم اپنا سمجھتے وہ انھیں بے منت

ہوتے مالکؒ کے زمانے میں اگر مولانا ۔۔۔ ملک تدریس کی دیتے وہ انھیں ملکیت

پاتے قسمت سے اگر دور سلیمانؒ کی حدیث	سارے شاگردوں سے لیجاتے وہ گوئے سبقت
ابن ماجہ کا اگر وقت میسر ہوتا	کرتے وہ ان کیلئے سب سے زیادہ عزت
گویا محفوظ تھیں سینے میں احادیث صحیح	تھے خبردار خبر سے وہ بہت باخبرت

بوحنیفہؒ کا زمانہ بھی اگر وہ پاتے	مجتہد ان کو بنادیتی انھوں کی صحبت
ہوتے شاگردوں میں مانند ابویوسفؒ دو	کرتے جو خدمت نعمانؒ کو حاصل برکت
عالم و عامل قرآن و حدیث ایسے تھے	انکا دستور عمل تھا یہ کتاب و سنت

واعظ ایسے تھے کہ کیا انکے بیانؒ کا ہو بیاں	سننے والونکو عجب ہوتی تھی رغبت ہیبت
جب حدیث نبویؐ کا وہ بیاں کرتے تھے	ہوتا تھا خلق سے معدوم حدثؒ بدعت
ذکر دوزخ کا جو آتا تو جلا دیتی تھی	آتش خوف خدا پنبۂ خواب غفلت
اور جنت کا بھی کچھ ذکر جو آجاتا تھا	سن کے کفار بھی اسلام کی کرتے رغبت
اور جو کرتے تھے کبھی ہول قیامت کا بیاں ق	مجلس وعظ کی ہوجاتی تھی ایسی صورت
ایک کو دوسرے کی کچھ نہ خبر رہتی تھی	اس قدر ہوتی تھی ہر ایک کے دلکو دہشت

ؒ سلیمان ابن اشعث بجستانی صاحب سنن ابی داؤد۔

سر کو سجدے میں جھکا دیتے ہی بن پڑتی تھی | بے نمازوں کی بدل جاتی تھی ایسی حالت
اکل و شرب اپنا فراموش وہ کر دیتے تھے | روزہ خوروں کو بھی اس وعظ کی ایسی ہیبت
جو نہ دیتے تھے زکوٰۃ انکا یہ ہوتا تھا حال | صرف کل مال میں کرتے تھے وہ صرف ہمت
عیش میں گھر سے بھی تھا جن کو نکلنا مشکل | سفر حج کی پیادہ ہوئی ان کو رغبت
ہو گئے سیکڑوں زانی بھی زنا سے تائب | اور میخوار بھی توبہ سے ہوئے پاک صفت
زانیہ عورتیں بھی انکی نصیحت سن کر | باندھتی تھیں کسو دیندار سے عقد حلت
ہے یہ مشہور کہ دہلی میں وہ اک روز کہیں | اک زن فاحشہ کے در پہ گئے باعزت
اس کو کچھ ذکر قیامت جو سنایا تو وہیں | وہ بھی تائب ہوئی اور اسکی جو تھیں ہمصحبت
اور ان سب کے دیئے باندھ اسی لحظہ نکاح | اللہ اللہ یہ تھی انکے بیاں کی ہیبت

اور دہلی ہی کی مسجد میں یہ مشہور ہے بات | حوض تک رہتا تھا بازار لگا بے دہشت
خیر کی جائے کو کر ڈالا تھا اک موقع شر | اسقدر شہر میں تھی اہل ہوا کی کثرت
بہ طفیل انکے وہاں سے یہ بلا دور ہوئی | موضع خیر میں افزوں ہوئی بس خیریت

مسجدیں سیکڑوں آباد ہوئیں انکے سبب | مرد و زن لاکھوں نمازی ہوئے صافی طینت

ہر نمازی کو ہوا شوق تہجد ایسا — بستر خار بنا، بستر خواب راحت

ہر جگہ دین محمد کا رواج ایسا ہوا — ظلمت دہر میں روشن ہوا نور سنت
دیکھو دشوار تھا کیا کچھ زن بیوہ کا نکاح — وہ بھی آسان ہوا اُن سے علیہ الرحمت

اور مہاجر بھی وہ ایسے تھے کہ سبحان اللہ — مانہی اللہ سے تھی انکو ہمیشہ ہجرت

غازی ایسے تھے کہ کیا اُن کی غزا کا ہو بیاں — آب شمشیر کو پیتے تھے وہ مثل شربت
مال سے ملک سے اور جاہ سے کچھ کام نہ تھا — تھا تو یہ کام تھا عالی ہو یہ دین و ملت
راہ مولیٰ میں ہی قربان ہوئے واہ نصیب — اور حیات ابدی پائی علیہ الرحمت

مولانا آزاد کی چند سطریں حضرت شاہ شہید کے اس مختصر تذکرہ کو مولانا فقیر دہلوی کے قصیدہ پر ختم کرنے کا ارادہ کر لیا گیا تھا، اس کے بعد اب سے ۲۰ برس پہلے کے الفرقان کے ایک شمارہ میں حضرت شہیدؒ دہلوی کے متعلق مولانا ابو الکلام آزاد کی یادگار کتاب "تذکرہ"

کا چند سطر کا ایک اقتباس نظر پڑا، مناسب معلوم ہوا کہ اسی کو اس کا خاتمہ بنایا جائے،

مولانا آزاد مقام دعوت و عزیمت دعوت پر کلام کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تجدیدی کارناموں کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"اور پھر چند قدم اور آگے بڑھو، مقام عزیمت دعوت کی کیسی کامل آشکارہ مثال سامنے آتی ہے ... حضرت شاہ ولی اللہ کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع اور کامل ہے؟ بایں ہمہ یہاں جو کچھ ہوا تجدید تدوین، علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ فعلاً عمل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مرد میداں کا منتظر تھا اور معلوم ہے کہ توفیق الٰہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ و مجدد مولانا محمد اسمٰعیل شہید رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ خود حضرت شاہ صاحب کا بھی اس میں حصہ نہ تھا۔"

میخواست رستخیز زعالم برآورد آں باغباں کہ تربیت ایں نہال کرد

اگر خود شاہ صاحب بھی اس وقت ہوتے تو انھیں کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے۔ حضرت پیر انصاری کا قول یاد رہے "من مرید خرقانی ام لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود باوجود پیرش مریدی می کردم" شاہ صاحب نے مزاج وقت کے عام تحمل و استعداد سے مجبور ہو کر بحکم ع

بہ رمز نکتہ ادا میکنم کہ خلوتیاں سر سبو بکشادند و در فرو بستند

دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیئے تھے۔ اب اس سلطان وقت و اسکندر عزم کی بدولت شاہجہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گذر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور فسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب بر سر بازار کہی جا رہی اور ہو رہی تھیں اور خون شہادت کے چھینٹے حرف حکایات

کو نقش و سواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کر رہے تھے

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

(تذکرہ مولانا آزاد)

ہماری اہم مطبوعات

اسلام کیا ہے؟	دین و شریعت	قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟	معارف الحدیث (چھ جلد…)	
تجلیاتِ ربّانی	مکتوبات خواجہ محمد معصومؒ	حضرت مولانا الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت	مو…	
صحبتے با اہلِ دل (ملفوظات حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالیؒ)	وصایا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	…		
تصوف کیا ہے؟	کلمہ طیبہ کی حقیقت	نماز کی حقیقت	برکاتِ رمضان	آئینِ رسول
منتخب تقریریں	دینی مدارس کے طلباء سے خطاب	میری طالب علمی	سفرنامۂ حجاز	
آپ حج کیسے کریں؟	آسان حج	حج میڈ ایزی	قرآن ایڈ…	
فیصلہ کن مناظرہ	شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر معاندین اہلِ بدعت کے الزامات	بریلوی فتنہ کا نیا رو…	تاریخ میلا…	
قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟	کفر و اسلام کے حدود اور قادیانیت	قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ	انسانیت زندہ ہے	

قیمتوں کی جانکاری کے لئے ہماری فہرستِ کتب مفت طلب فرمائیں —— (منیجر)

ملنے کا پتہ: کتب خانہ الفرقان، ۳۱ نیا گاؤں مغربی نظیر آباد، لکھنؤ